دار الافتاء

① کیا شریعت کسی بھی صورت میں اسقاط حمل کی اجازت دیتی ہے مثلاً کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بچے میں جان پڑنے سے پہلے یہ قتل نہیں ہے اور یہ جائز ہے؟

② کیا ہم جانتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں بچے میں جان کب ڈالی جاتی ہے

③ میں ایک گائناکالوجسٹ ہوں۔ میرے پاس بہت سی عورتیں اسقاط حمل کیلئے آتی ہیں جن کی ماہواری کے دن اوپر ہو گئے ہیں۔ شاید حمل نہ ہو یہی حمل نہیں جانتی اسلئے کوئی ایسی دوائی دے دیں کہ ماہواری آ جائے۔ کیا حمل چیک کئے بغیر دوائی دینا جائز ہے

④ کیا مانع حمل دوائیاں یعنی گولیاں، ٹیکے اور چھلے کا استعمال شریعت میں جائز ہے۔

⑤ جو لوگ دس بچے سے متفق ہیں ان کیلئے دین کیا حکم دیتا ہے

⑥ ایک گائناکالوجسٹ ہونے کے ناطے آئے روز ہم نے ہسپتال میں جوان لڑکیوں کو مرتے دیکھا ہے جو جب حمل کے کسی بھی دائی یا نرس سے اسقاط حمل کرا لیتی ہیں اور جب زہر ہمارے جسم میں پھیل جاتا ہے تو بعض ہسپتال لے کر آتے ہیں مگر تب تک دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ کیا ان حالات کے پیش نظر ایسے اداروں کا وجود جو صاف ستھرے طریقے سے اسقاط حمل کریں اور عورت کی جان ضائع نہ ہو صحیح نہیں ہے۔

⑦ بعض حضرات اس مسئلہ کے جواز کے لیے منسلک دو پرچوں میں موجود دلائل کا سہارا لیتے ہیں براہ کرم شافی جواب عنایت فرمائیں۔

facebook.com/m.asim1080

قرآن پاک انسانی جان کے مارنے کو سختی سے منع کرتا ہے (بجز دفاع یا کسی سزا کے بدلے میں جان دینے کے علاوہ) لیکن یہ abortion یعنی اسقاط حمل کے بارے میں واضح طور پر نہیں بتاتا۔ اسکی وجہ مسلمان مفکرین اپنی مختلف آراء کا اظہار کرتے ہیں۔

زیادہ تر مسلم مفکرین اسقاط حمل کی اجازت حمل کے ۴۰ ویں روز تک یا ۱۲۰ روز تک دیتے ہیں۔

اسلام میں اسقاط حمل کے بارے میں کوئی واضح حکم نہیں ہے اسلیے اس مسئلے کو ہم اپنے علم کے مطابق خیال کر کوئی بھی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

قرآن واضح طور پر انسانی جان کے ضیاع کو روکتا ہے۔

سورۃ المائدہ، آیت نمبر 32 :5

سورۃ نساء ، آیت نمبر ۲۹ ، پارہ نمبر ۵

سورۃ نساء : آیت نمبر ۹۳ پارہ نمبر ۵

اسقاط حمل، انسانی جان کو قتل کرنے کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں، قرآن اسکے بارے میں کوئی واضح حکم نہیں دیتا۔ صرف سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 31 پارہ ۱۵ میں عمومی طور پر بتاتا ہے۔

سورۃ ~~بنی اسرائیل~~ الانعام پارہ نمبر 8 آیت نمبر ۱۵۱ میں اپنی اولاد کو مت قتل کرو کا حکم خاص طور پر لڑکیوں کیلئے، غربت سے بچنے کیلئے جو لوگ قتل کرتے ہیں ان کیلئے ہے، اسکا اسقاط حمل سے کوئی تعلق نہیں ہے

دار الافتاء

facebook.com/m.asim1080

- سورۃ المؤمنون پارہ نمبر ۱۸ آیت نمبر ۱۲-۱۶ میں قرآن پاک انسان کی پیدائش کے عمل کا ذکر کرتا ہے اور اسی طرح کا ذکر سورہ السجدہ آیت نمبر ۶-۹ پارہ نمبر 21 میں بھی ہے۔
- انسان کی پیدائش کے عمل میں جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں روح پھونکتے ہیں اور اسکو سننے اور دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دیتے ہیں۔ لیکن یہ سب ہوتا ہے یہ کوئی بھی عالم اور جاہل مسلم کے بانی بھی نہیں جانتے ہے۔

(۵) Abortion اسقاط حمل:۔

- اسلام عورتوں کو حمل روکنے کی اجازت دیتا ہے اور حمل کو ضائع کرنے سے روکتا ہے سوائے اس بات کے کہ بچہ اگر صحیح نہ بنا ہو جو کہ آجکل الٹراساؤنڈ پیدائش سے پہلے سے پتا چل جاتا ہے۔ اور اگر عورتوں کے ساتھ کوئی جنسی زیادتی ہوتی ہے تو وہ مانع حمل گولی استعمال کر سکتی ہے؟

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدا و مصلیا

(۱)۔۔۔ حمل ٹھہرنے کے بعد عام حالات میں کسی شرعی عذر کے بغیر اسے ضائع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اگر ابتدائی مرحلہ ہو اور اس میں روح نہ پڑی ہو تو بھی آگے جا کر اس میں روح پڑ جائے گی اور یہ زندہ انسان بنے گا، اس لیے یہ عمل عام حالات میں ناجائز اور گناہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عام حالات میں اپنی بیوی سے عزل کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ بچے کی پیدائش کو روکنا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ذلك الواد الخفي وهي واذا الموؤدة سئلت (مسلم و مشكوٰة)

"یہ تو خفیہ طور پر اولاد کو زندہ درگور کر دینے کے حکم میں ہے، اور آیت قرآن واذا الموؤدة سئلت (جب اس لڑکی سے جسے زندہ درگور کیا گیا ہے سوال کیا جائے گا) اس کو شامل ہے۔"

دار الافتاء

اسی حدیث کے بعض الفاظ اور دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ماكنت اري مسلما يفعله (الموطا و فتح القدير)

"میں کبھی یہ گمان نہ کرتا تھا کہ کوئی مسلمان ایسا کرے گا۔"

لیکن اگر واقعۃً کوئی مجبوری پیش آجائے جس میں امانت دار ڈاکٹر یا طبیب کی رائے میں اسقاطِ حمل کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، مثلاً شدید بیماری یا عورت میں خون یا دودھ کی کمی ہو یا پہلے سے موجود بچے کی طبیعت کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو حمل میں جان پڑنے سے پہلے پہلے اسقاطِ حمل کی شرعاً گنجائش ہے اور ایسی صورت میں گائناکولوجسٹ گناہ گار بھی نہیں ہوگی، البتہ جان پڑ جانے کے بعد کسی بھی صورت میں شرعاً اسقاطِ حمل کی گنجائش نہیں ہے، اور عموماً حمل میں جان چار ماہ یعنی ایک سو بیس (۱۲۰) دن میں پڑ جاتی ہے، لہٰذا اس کے بعد حمل ساقط کرنا ایک انسانی جان کو قتل کرنا ہے، جو کہ ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا جو گائناکولوجسٹ بھی ایسے حمل کو ساقط کرے گی، وہ حرام کام میں معاون، انتہائی سخت گناہ گار اور قاتلہ شمار ہوگی، تاہم بعض مخصوص صورتوں میں کچھ مزید تفصیل ہے جو جواب نمبر (۸) میں آرہی ہے۔(ماخذہ التبویب:1507/61)

(۲)۔۔۔ احادیث اور فقہاء کی عبارات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عام طور پر حمل میں ایک سو بیس (۱۲۰)

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

دن کے بعد روح ڈالی جاتی ہے، البتہ اگر کسی حمل کے بارے میں طبی ذرائع سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں ایک سو بیس (۱۲۰) دن سے پہلے روح پیدا ہو گئی ہے تو پھر اس کو بھی ساقط کرنا جائز نہیں ہو گا۔

(۳)۔۔۔ حمل چیک کئے بغیر ماہواری آنے کی ادویات دینا درست نہیں ہے، بلکہ چیک اپ کے بعد اگر حمل ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں ادویات دینے میں وہی تفصیل ہے، جو نمبر (۱) میں بتائی گئی ہے۔

(۴)۔۔۔ مانع حمل تدابیر کے اختیار کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر ہو مثلاً:

۱۔ حمل کی وجہ سے موجود دبچہ کی تربیت اور پرورش متاثر ہونے کا اندیشہ ہو۔

۲۔ عورت بیمار ہو اور اس کی وجہ سے صحت فی الحال حمل کی متحمل نہ ہو۔

۳۔ طبی تحقیق سے کسی شدید موروثی بیماری لگ جانے کا یقین یا غلب گمان ہو، جیسے ایڈز وغیرہ۔

۴۔ میاں بیوی کے باہمی تعلقات ٹھیک نہ ہوں، اور ان کا علیحدگی کا ارادہ ہو۔

۵۔ عورت کسی دور دراز کے سفر پر ہو، یا کسی ایسی جگہ ہو جہاں پر قیام وقرار کا ارادہ نہیں، تو ایسے حالات میں مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

(۶،۵)۔۔۔ نمبر (۱) اور (۴) کے تحت ذکر کردہ تفصیل کے مطابق جس حد تک جواز ہو اس حد تک اس کام میں منسلک ہونا اور اس کیلئے ادارے قائم کرنا جائز ہے، مگر حرام میں تعاون کی اجازت نہیں۔

وفي قوله تعالى [المؤمنون:14,13,12]

{ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ (12) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ(13)ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ(14) }

دار الافتاء

صحيح البخاري (4 / 133):

3332 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ، «إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيُكْتَبُ عَمَلُهُ، وَأَجَلُهُ، وَرِزْقُهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الجَنَّةَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ، حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، فَيَدْخُلُ النَّارَ»

الموطأ – رواية محمد بن الحسن – (2 / 467)

منعه ابن عمر وقال : لو علمت أن أحدا من ولدي يعزل لنكلته وقال : ضرب عمر على العزل بعض بنيه وعند سعيد بن منصور عن ابن المسيب : أن عمر وعثمان كانا ينكران العزل وقال أبو أمامة : ما كنت أرى مسلما يفعله

فتح الباري لابن حجر (11 / 481):

وَقَدْ نَقَلَ الْفَاضِلُ عَلِيُّ بْنُ الْمُهَذَّبِ الْحَمَوِيُّ الطَّبِيبُ اتِّفَاقَ الْأَطِبَّاءِ عَلَى أَنَّ خَلْقَ الْجَنِينِ فِي الرَّحِمِ يَكُونُ فِي نَحْوِ الْأَرْبَعِينَ وَفِيهَا تَتَمَيَّزُ أَعْضَاءُ الذَّكَرِ دُونَ الْأُنْثَى لِحَرَارَةِ مِزَاجِهِ وَقَوَّاهُ وَأَعْدَلُهُ إِلَى قِوَامِ الْمَنِيِّ الَّذِي تَتَكَوَّنُ أَعْضَاؤُهُ مِنْهُ وَنُضْجِهِ فَيَكُونُ أَقْبَلَ لِلشَّكْلِ وَالتَّصْوِيرِ ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ وَالْعَلَقَةُ قِطْعَةُ دَمٍ جَامِدٍ قَالُوا وَتَكُونُ حَرَكَةُ الْجَنِينِ فِي ضِعْفِ الْمُدَّةِ الَّتِي يُخْلَقُ فِيهَا ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ أَيْ لَحْمَةً صَغِيرَةً وَهِيَ الْأَرْبَعُونَ الثَّالِثَةُ فَتَتَحَرَّكُ قَالَ وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ نَفْخَ الرُّوحِ لَا يَكُونُ إِلَّا بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ... وَعِنْدَ تَمَامِ الْأَرْبَعِينَ الثَّالِثَةِ وَالطَّعْنِ فِي الْأَرْبَعِينَ الرَّابِعَةِ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ كَمَا وَقَعَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ وَهُوَ مَا لَا سَبِيلَ إِلَى مَعْرِفَتِهِ إِلَّا بِالْوَحْيِ

المحيط البرهاني في الفقه النعماني (5 / 374):

وبعدما وصل الماء إلى رحمها إذا أرادت الإلقاء هل يباح لها ذلك: إن أرادت ذلك بعد مضي مدة ينفخ فيه الروح، فليس لها ذلك؛ لأنها تصير قاتلة؛ فإنه اعتبر هنا على علة الظاهر، فلا يحل لها كما بعد الانفصال، وإن أرادت الإلقاء قبل مضي مدة ينفخ فيه الروح؛ اختلف المشايخ فيه؛ قال بعضهم: يحل لها ذلك؛ لأن قبل مضي المدة التي ينفخ فيه الروح لا حكم لها، فهذا والعزل سواء.

وفي «فتاوى أهل سمرقند» : إذا أرادت إسقاط الولد فلها ذلك إذا لم يستبن شيء من خلقه؛ لأن ما لا يستبين شيء من خلقه لا يكون ولداً، وكان الفقيه علي بن موسى القمي يقول: يكره لها ذلك، وكان يقول: مآل الماء بعدما وصل إلى الرحم الحياة، فإنه لا يحتاج إلى صنع أحد بعد ذلك، لينفخ فيه الروح، وإذا كان مآل الحياة للحال كما في بيضة الحرم لما كان مآلها أن تصير صيداً يعطى لها حكم الصيد حتى إن من أتلف

دار الإفتاء

جاری ہے---

facebook.com/m.asim1080

بمنزلة صيد الحرم ضمن بخلاف العزل؛ لأن الماء قبل أن يصل إلى الرحم ليس ماله الحياة، فإنه يحتاج إلى صنع بعد ذلك لينفخ فيه الروح، وهو الإلقاء في الرحم، أما هنا بخلافه.

وفي نكاح «فتاوى أهل سمرقند» : امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها، وتخاف على ولدها الهلاك، وليس لأب هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر، هل يباح لها أن تعالج في إسقاط الولد؟ قالوا: يباح ما دام نطفة، أو علقة، أو مضغة لم يخلق له عضو؛ لأنه ليس بآدمي.... بالأم، ذكرت في «الواقعات» المرتبة في الباب الثالث من النكاح في تعليل المسألة أن خلقه لا يستبين إلا في مائة وعشرين يوماً.

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي - (3 / 215)

قال في النهر قال ابن وهبان ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبي الصبي ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاكه ونقل عن الذخيرة لو أرادت الإلقاء قبل مضي زمن ينفخ فيه الروح هل يباح لها ذلك أم لا اختلفوا فيه وكان الفقيه علي بن موسى يقول إنه يكره فإن الماء بعدما وقع في الرحم مآله الحياة فيكون له حكم الحياة كما في بيضة صيد الحرم ونحوه في الظهيرية قال ابن وهبان فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل اهـ.

حاشية ابن عابدين (3 / 176):

مطلب في حكم إسقاط الحمل

(قوله وقالوا إلخ) قال في النهر: بقي هل يباح الإسقاط بعد الحمل؟ نعم يباح ما لم يتخلق منه شيء ولن يكون ذلك إلا بعد مائة وعشرين يوما، وهذا يقتضي أنهم أرادوا بالتخليق نفخ الروح وإلا فهو غلط لأن التخليق يتحقق بالمشاهدة قبل هذه المدة كذا في الفتح، وإطلاقهم يفيد عدم توقف جواز إسقاطها قبل المدة المذكورة على إذن الزوج. وفي كراهة الخانية: ولا أقول بالحل إذ المحرم لو كسر بيض الصيد ضمنه لأنه أصل الصيد فلما كان يؤاخذ بالجزاء فلا أقل من أن يلحقها إثم هنا إذا سقط بغير عذرها اهـ قال ابن وهبان: ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبي الصبي ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاكه. ونقل عن الذخيرة لو أرادت الإلقاء قبل مضي زمن ينفخ فيه الروح هل يباح لها ذلك أم لا؟ اختلفوا فيه، وكان الفقيه علي بن موسى يقول: إنه يكره، فإن الماء بعدما وقع

دار الافتاء

باقی ہے---

facebook.com/m.asim1080

في الرَّحِمِ مادَّةُ الحياةِ فيكونُ لهُ حُكْمُ الحياةِ كما في بيضةِ صيدِ الحرمِ، ونحوُهُ في الظهيريةِ قالَ ابنُ وهبانَ: فإباحةُ الإسقاطِ محمولةٌ على حالةِ العذرِ، أو أنها لا تأثمُ إثمَ القتلِ اهـ. وبما في الذخيرةِ تبيَّنَ أنهم ما أرادوا بالتخليقِ إلا نفخَ الروحِ، وأنَّ قاضي خان مسبوقٌ بما مرَّ من التفقُّهِ، واللهُ تعالى الموفِّقُ اهـ

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (3 / 176)

قالَ في النهرِ: بقيَ هلْ يباحُ الإسقاطُ بعدَ الحملِ؟ نعمْ يباحُ ما لمْ يتخلَّقْ منهُ شيءٌ ولنْ يكونَ ذلكَ إلا بعدَ مائةٍ وعشرينَ يومًا، وهذا يقتضي أنهمْ أرادوا بالتخليقِ نفخَ الروحِ وإلا فهوَ غلطٌ لأنَّ التخليقَ يتحقَّقُ بالمشاهدةِ قبلَ هذهِ المدةِ كذا في الفتحِ،

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (8 / 233)

امرأةٌ حاملٌ اعترضَ الولدُ في بطنِها ولا يمكنُ إلا بقطعِهِ أرباعًا ولوْ لمْ يفعلْ ذلكَ يخافُ على أمِّهِ منَ الموتِ فإنْ كانَ الولدُ ميتًا في البطنِ فلا بأسَ بهِ وإنْ كانَ حيًّا لا يجوزُ؛ لأنَّ إحياءَ نفسٍ بقتلِ نفسٍ أخرى لمْ يردْ في الشرعِ.

حاشية ابن عابدين (2 / 238):

(قولُهُ: ولوْ بالعكسِ) بأنْ ماتَ الولدُ في بطنِها وهيَ حيةٌ (قولُهُ قطعَ) أيْ بأن تدخلَ القابلةُ يدَها في الفرجِ وتقطعَهُ بآلةٍ في يدِها بعدَ تحقُّقِ موتِهِ (قولُهُ: لوْ ميتًا) لا وجهَ لهُ بعدَ قولِهِ ولوْ بالعكسِ ط (قولُهُ: وإلا لا) أيْ ولوْ كانَ حيًّا لا يجوزُ تقطيعُهُ لأنَّ موتَ الأمِّ بهِ موهومٌ، فلا يجوزُ قتلُ آدميٍّ حيٍّ لأمرٍ موهومٍ.

(۷)۔۔۔جواب سے پہلے بطور تمہید چند باتیں عرض ہیں:

(i)۔۔۔واضح رہے کہ اسلامی احکام کے ماخذ واصول چار (قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس) ہیں، ان چاروں یا کسی ایک سے بھی جو بات ثابت ہوگی وہی اسلام کا حکم کہلائے گا اور اس کا انکار کرنا درست نہ ہوگا۔

(ii)۔۔۔ایک انسانی جان کے مرنے کے امکانی خطرے کے پیش نظر دوسری جان کو یقینی طور پر ختم کرنا شرعاً درست نہیں خصوصاً جبکہ کسی عورت کی جان جانے کا محض احتمال ہو، تو پھر حمل میں جان پڑ جانے کے بعد اسے "اسقاط" کے ذریعے یقینی طور پر ختم کرنا جائز نہیں۔

(iii)۔۔۔موجودہ دور میں مسلم ممالک کے اندر "ضبط ولادت اور اسقاط حمل" جیسی تحریکوں کے علمبردار بالخصوص مغربی اور یورپین ممالک ہیں، حالانکہ جب خود ان ممالک کی عوام نے اس روش کو اپنایا تو ان

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

کے سامنے اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوئے، مثلاً ان کے معاشرے میں بدکاری عام ہوگئی اور "خاندانی نظام" تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا، یہی وجہ ہے کہ اب کئی مغربی اور یورپین ممالک میں ان خاندانوں کو خصوصی مراعات دی جاتی ہیں جن کے بچوں کی تعداد زیادہ ہو، تاکہ "ضبطِ ولادت اور استقاطِ حمل" جیسی تحریکوں کے سبب پیدا ہونے والے مسائل کا سدِباب ہوسکے، اور اب یہی ممالک "ضبطِ ولادت اور استقاطِ حمل" جیسی تحریوں کو دلفریب نعروں اور مختلف دلکش عنوانات کے ذریعے مسلمانوں میں عام کرنے کی کوششیں کررہے ہیں، تاکہ مسلمانوں کی آبادی کو بڑھنے سے روکنے کے ساتھ ان میں بے حیائی عام کردی جائے اور ان کے "خاندانی نظام" کو بھی تباہ وبرباد کرنے کے علاوہ مسلمانوں کو کمزور کرکے دیگر فوائد بھی حاصل کرسکیں، اور ہمارے بہت سے نوجوان بھائی اور بہنیں ان غیر مسلموں کے دلفریب نعروں کے جال میں آجاتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اور اس میں جیسے قیامت تک آنے والے دیگر تمام حادثات کا احکام اصولاً موجود ہیں، اسی طرح استقاطِ حمل کے احکام بھی موجود ہیں، اور مختلف ادوار میں استقاط کے مختلف طریقے اپنائے جاتے رہے۔

چنانچہ مختلف آیات کی روشنی، احادیث اور فقہاء کی صریح عبارات سے استقاطِ حمل کے بارے میں جو حکم معلوم ہوتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں:

(۱)۔ وہ آیات جنہیں اللہ تعالیٰ نے کسی خاص واقعہ یا سوال کے جواب کے بغیر از خود نازل فرمائیں۔

(۲)۔ ایسی آیات جو کسی خاص واقعہ یا سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہوں، جسے مفسرین کی اصطلاح میں ان آیات کا "سبب نزول" یا "شانِ نزول" کہا جاتا ہے۔ نیز ایسی آیت جو کسی خاص واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہوں لیکن اس کے الفاظ عام ہوں، اور اس آیت کے صریح الفاظ یا کسی خارجی دلیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہو آیت کا حکم اس واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اس نوعیت کے ہر واقعہ کا یہی حکم ہے تو اس کے بارے میں تمام اہلِ علم متفق ہیں کہ آیت کا حکم اسکے الفاظ کے تابع ہوکر عام رہے گا، صرف سببِ نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، اور اسی طرح اگر آیت یا کسی خارجی دلیل سے یہ صراحت معلوم نہیں ہوتی کہ آیت کا حکم یا مضمون صرف اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص ہے، بلکہ اس نوعیت کے ہر واقعہ کیلئے عام ہے تو ایسی آیت میں بھی جمہور علماء وفقہاء کی رائے کے مطابق عمومِ الفاظ کا اعتبار ہوگا اور آیت کے الفاظ جس جس صورت کو شامل ہوں گے تو وہ حکم ان سب پر نافذ کیا جائے گا (ماخذہٗ: علوم القرآن، للشیخ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، ص: ۸۳تا۸۶)

لہٰذا ایسی تمام آیات اور احادیث جن میں کسی انسانی جان کے مارنے کی ممانعت آئی ہے ان ہی سے زندہ حمل

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

کو مارنے کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے، جن میں سے چند آیات درج ذیل ہیں:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا [الإسراء : 31]

ترجمہ: "اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، یقین جانو کہ ان کو قتل کرنا بڑی بھاری غلطی ہے"۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا [النساء : 93]

ترجمہ: "جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیگا، اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا، اور اللہ نے اس کیلئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ [الأنعام : 140]

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو کسی علمی وجہ کے بغیر محض حماقت سے قتل کیا ہے، اور اللہ نے ان کو جو رزق دیا تھا اسے اللہ پر بہتان باندھ کر حرام کر لیا ہے، وہ بری طرح گمراہ ہو گئے ہیں، اور کبھی ہدایت پر آئے ہی نہیں"۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

من أعان على قتل مسلم بشطر كلمة لقي الله يوم القيامة مكتوب على جبهته آيس من رحمة الله (سنن ابن ماجة 3 / 640، السنن الكبرى للبيهقي 8 / 22)

ترجمہ: "جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل پر ایک کلمہ کے جزو کیساتھ بھی مدد کی تو قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی پیشانی پر "آئس من رحمۃ اللہ" (اللہ کی رحمت سے مایوس آدمی) لکھا ہوگا"۔

پہلی اور تیسری آیت کا اگرچہ خاص شانِ نزول ہے لیکن جیسے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ سبب خاص کا، لہٰذا ان آیات اور حدیث سے اسقاطِ حمل کے عدم جواز پر استدلال کرنا درست ہے۔

شرح معانی الآثار اور مصنف عبد الرزاق کی درج ذیل احادیث میں عزل کو زندہ درگور کرنے کی ایک

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

قسم کہا گیا ہے، نیز جب بیوی کی اجازت کے بغیر اور بلا عذر عزل ہی ناپسندیدہ ہے تو اسقاطِ حمل بلا عذرِ شرعی اور روح پیدا ہو جانے کے بعد بطریقِ اولیٰ جائز نہیں ہوگا۔

عن عائشة قالت حدثتني جدامة قالت : ذكر عند رسول الله صلى الله عليه و سلم العزل فقال ذلك الوأد الخفي (شرح معاني الآثار-الطحاوي، 30/3)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت جذامہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں عزل کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وأد (زندہ درگور کرنا) کی ایک قسم ہے۔''

عن محمد بن الحنفية قال سأل علي عن عزل النساء فقال ذلك الوأد الخفي (مصنف عبد الرزاق - 7 / 147)

ترجمہ: ''محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وأد (زندہ درگور کرنا) کی ایک قسم ہے۔''

محیطِ برہانی کے مصنف محمود بن احمد بن الصدر الشہید اپنی تصنیف میں دیگر فقہاء کی طرح صراحتاً یہ بات لکھتے ہیں کہ حمل میں روح پیدا ہو جانے کے بعد اس کا اسقاط جائز نہیں ہے۔

وبعدما وصل الماء إلى رحمها إذا أرادت الإلقاء هل يباح لها ذلك: إن أرادت ذلك بعد مضي مدة ينفخ فيه الروح، فليس لها ذلك؛ لأنها تصير قاتلة. (374/5)

ترجمہ: ''عورت کے رحم میں پانی (منی) پہنچنے کے بعد وہ اسقاطِ حمل کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کیلئے جائز ہے؟ اگر عورت حمل میں روح پیدا ہو جانے کے بعد ایسا چاہے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ قاتلہ شمار ہوگی۔''

علامہ شامیؒ ذخیرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

لَوْ أَرَادَتْ إِلْقَاءَ الْمَاءِ بَعْدَ وُصُولِهِ إلَى الرَّحِمِ قَالُوا إنْ مَضَتْ مُدَّةٌ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ لَا يُبَاحُ لَهَا (حاشية ابن عابدين - 6 / 374)

ترجمہ: ''رحم میں پانی (منی) پہنچ جانے کے بعد اگر عورت اس کو گرانا (اسقاطِ حمل) چاہے تو فقہاء کرامؒ نے فرمایا کہ اگر یہ اتنی مدت کے بعد ہو کہ حمل میں روح پڑ چکی تھی تو پھر جائز نہیں ہے۔''

فضیلۃ الشیخ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم عزل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

"حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت کا یہی مسلک ہے کہ اس عمل کو مکروہ قرار دیا جائے، علامہ عینیؒ نے بخاری کی شرح میں فرمایا ہے:

"اس عمل کی کراہت حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، اور حضرت ابو امامہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے، ابراہیم نخعیؒ، سالم بن عبداللہؒ، اسود بن یزیدؒ اور طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ عزل مکروہ ہے۔

عام فقہاء امت کا رجحان تمام روایات حدیث کو دیکھنے کے بعد یہی ہے کہ یہ عمل مکروہ ہے، جیسا کہ فتح القدیر، رد المحتار اور احیاء العلوم وغیرہ میں ان کی تصریحات موجود ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ اور فقہاء امت نے عام حالات میں جب عزل جیسے عمل کو مکروہ اور وأد خفی قرار دیا ہے، تو بلا عذر شرعی روح پڑنے سے پہلے "اسقاط حمل" کے جواز کا قول درست نہیں ہے، اور روح پڑ جانے کے بعد تو کسی بھی صورت میں "اسقاط حمل" جائز نہیں، لہٰذا اسقاط حمل میں نمبر (۱) کی تفصیل کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

نیز بچے میں روح پڑ جانے کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ مؤمنون میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ. ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ. ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ. (مؤمنون: 14،13،12)

ترجمہ: "اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا، پھر ہم نے اس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل دے دی، پھر اس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنا دیا، پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا، پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا، پھر اسے ایسی اٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا، غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے"۔

اس آیت کی مزید وضاحت بخاری کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عام طور پر حمل میں چار ماہ یعنی ایک سو بیس دن بعد روح ڈال دی جاتی ہے (اگرچہ اس سے پہلے بھی ممکن ہے):

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ، «إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيَكْتُبُ عَمَلَهُ، وَأَجَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ.(صحيح البخاري 4 / 133)

ترجمہ: "سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور وہ صادق و مصدوق تھے: "تم میں سے ہر شخص کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں تمام کی جاتی ہے، چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر اتنے ہی عرصے تک منجمد خون رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ گوشت (لوتھڑا) رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں، اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیا جاتا ہے (۱) اسے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل (۲) اس کا رزق (۳) اس کی عمر (۴) اور (یہ لکھ دے کہ) شقی ہے یا سعید (یعنی خوش بخت ہے یا بدبخت) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔"

بخاری شریف کے مشہور شارح حافظ ابنِ حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عام طور پر بچے میں چار ماہ یعنی ایک سو بیس (۱۲۰) دن بعد روح ڈال دی جاتی ہے۔

دار الافتاء

وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ نَفْخَ الرُّوحِ لَا يَكُونُ إِلَّا بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ(فتح الباري لابن حجر 11 / 481)

ترجمہ: "اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بچے میں روح کا پڑنا چار ماہ بعد ہوتا ہے"

اسقاطِ حمل کی مذکورہ بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سوال میں ذکر کردہ دلائل سے ہر صورت اور ہر حالت میں "اسقاطِ حمل" کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، اور مزید تفصیل کیلئے فضیلۃ الشیخ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے رسالے "ضبطِ ولادت" کا مطالعہ فرمائیں۔

(۸)۔۔۔ مذکورہ سوال کی وضاحت کیلئے جواب نمبر (۱) ملاحظہ فرمائیں، نیز اگر الٹراساؤنڈ یا کسی اور طبی ذریعہ سے حمل میں روح پڑ جانے سے پہلے کسی ایسی خرابی کا علم ہو جس کے درست ہونے کا بظاہر کوئی امکان نہ ہو تو یہ "اسقاطِ حمل" کے عذر میں شامل ہو کر مجبوری میں اس کی گنجائش ہوگی، لیکن اگر حمل میں روح پڑ جائے (یعنی ایک سو بیس دن) کے بعد یہ بات معلوم ہو کہ بچہ معذور ہے یا اسے کوئی خطرناک بیماری ہے اور وہ بچہ معذور یا بیمار پیدا ہو کر زندہ رہ سکتا ہے تو صرف بچے کی معذوری یا بیماری کے اندیشہ کی وجہ سے اُس کو ضائع کروانا قتل کرنے کے حکم میں ہے جو کہ ہرگز جائز نہیں، جیسا کہ کسی زندہ معذور، قریب المرگ شخص کو مارنا قتل ہی کے حکم میں ہوتا ہے، اور اس پر قتل کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

جاری ہے۔۔۔

facebook.com/m.asim1080

البتہ اگر ماہر ڈاکٹروں کی تحقیق اور مشوروں سے یہ غالب گمان ہو جائے کہ بچہ پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو جائیگا یا پیدائش کے بعد زندہ نہیں بچے گا، اور انتظار کی صورت میں ماں کی جان کو خطرہ ہو تو ماں کی جان بچانے کیلئے آپریشن کی گنجائش ہو گی، تاہم اس صورت میں بھی حتی الامکان بچے کی جان بچانے کی کوشش کی جائے، پھر اگر ڈاکٹروں کی کوشش اور احتیاط کے باوجود بچہ فوت ہو جائے تو کسی پر اس کا گناہ نہیں ہو گا۔(ماخذہ تبویب: ۱۱۷/۲۲)

اسی طرح اگر کسی عورت کے ساتھ جبراً جنسی زیادتی ہو جائے اور اس کی وجہ سے ناجائز حمل ٹھہر جائے اور اس بات کا قوی اندیشہ ہو کہ حمل ظاہر ہونے پر اس عورت کو قتل کر دیا جائے گا یا خاندانی فتنہ و فساد پیدا ہوں گے تو جب تک حمل کو چار ماہ نہ ہوئے ہوں، تب تک ایسی صورتِ حال میں مانعِ حمل ادویات استعمال کرنے کی یا حمل ساقط کرانے کی گنجائش ہے، تاہم آج کل چونکہ ناجائز تعلقات کے واقعات اور ان کے نتائج بکثرت پیش آنے لگے ہیں، اس لیے ایسے لوگوں کی ذہن سازی کا اہتمام اور انہیں اس ناجائز فعل کے گناہ کا احساس اور آخرت کا خوف دلا کر اس فعل سے باز رہنے کی بھرپور ترغیب دی جائے۔

اور اگر ناجائز حمل کو چار ماہ ہو گئے ہوں اور جان پڑ چکی ہو تو اس وقت کسی بھی صورت میں مانعِ حمل ادویات کا استعمال یا حمل ساقط کرانا جائز نہیں ہے کیونکہ چار ماہ کے بعد حمل ساقط کرنا ایک انسانی جان کو قتل کرنا ہے اور محض خاندانی فتنہ و فساد یا جانی خدشات کی وجہ سے ایک بے قصور انسان کو قتل کرنا ناجائز اور حرام ہے، جو بھی ایسے حمل کو ساقط کرے یا کرائے گا، حرام کام میں معاون، انتہائی سخت گناہگار اور قاتل شمار ہو گا۔

المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة – (5 / 241)

وبعدما وصل الماء إلى رحمها إذا أرادت الإلقاء هل يباح لها ذلك: إن أرادت ذلك بعد مضي مدة ينفخ فيه الروح، فليس لها ذلك؛ لأنها تصير قاتلة.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (2 / 238)

(قَوْلُهُ: وَإِلَّا لَا) أَيْ وَلَوْ كَانَ حَيًّا لَا يَجُوزُ تَقْطِيعُهُ لِأَنَّ مَوْتَ الْأُمِّ بِهِ مَوْهُومٌ، فَلَا يَجُوزُ قَتْلُ آدَمِيٍّ حَيٍّ لِأَمْرٍ مَوْهُومٍ.

الفتاوى الهندية – (5 / 356)

الْعِلَاجُ لِإِسْقَاطِ الْوَلَدِ إذَا اسْتَبَانَ خَلْقُهُ كَالشَّعْرِ وَالظُّفْرِ وَنَحْوِهِمَا لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ مُسْتَبِينِ الْخَلْقِ يَجُوزُ.... وَفِي الْيَتِيمَةِ سَأَلْت عَلِيَّ بْنَ أَحْمَدَ عَنْ إسْقَاطِ الْوَلَدِ قَبْلَ أَنْ يُصَوَّرَ فَقَالَ أَمَّا فِي الْحُرَّةِ فَلَا يَجُوزُ قَوْلًا وَاحِدًا وَأَمَّا فِي الْأَمَةِ فَقَدْ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَالصَّحِيحُ هُوَ الْمَنْعُ كَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ.

امْرَأَةٌ مُرْضِعَةٌ ظَهَرَ بِهَا حَبَلٌ وَانْقَطَعَ لَبَنُهَا وَتَخَافُ عَلَى وَلَدِهَا الْهَلَاكَ وَلَيْسَ

جاری ہے---

facebook.com/m.asim1080

لأبي هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج في استنزال الدم ما دام نطفة أو مضغة أو علقة لم يخلق له عضو وخلقه لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوما أربعون نطفة وأربعون علقة وأربعون مضغة كذا في خزانة المفتين...................................... واللہ اعلم بالصواب

محمد عاصم بن عمر فاروق عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۲۳/جمادی الثانی/۱۴۳۵ھ
۲۳/اپریل/۲۰۱۴ء

الجواب صحیح
[illegible] عبد المنان [illegible]
۲۵/۶/۱۴۳۵
نائب مفتی

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ
۲۵/۶/۱۴۳۵ھ
مفتی

الجواب صحیح
محمد یعقوب [illegible]
۲۱/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
[illegible]
۲۶/۶/۱۴۳۵ھ

دار الافتاء [illegible]

facebook.com/m.asim1080